خواجہ میر دردؔ کی شاعری

شاعری بنیادی طور پر اپنے دلی جذبات ومشاہدات کو سلیقہ مندی سے پیش کرنے کا نام ہے۔ اردو شاعری میں خصوصاً غزل گوئی میں جو جذبہ سب سے حاوی ہے وہ ہے 'عشق'۔ ہر شاعر نے اس جذبے کو اپنی شاعری میں اہم جگہ دی ہے۔ عشق کے بھی دو روپ ہیں مجازی اور حقیقی۔ عام طور پر اردو شعراء اپنی شاعری میں عشق مجازی کی ہی بات کرتے ہیں لیکن کبھی کبھی عشق حقیقی کا جلوہ بھی ان کی غزلوں کے اشعار میں نظر آتا ہے۔ عشق حقیقی زیادہ تر صوفی شعرا کے کلام کی خصوصیت ہے۔ ان کے یہاں یہ جذبہ اپنی اصل شکل میں دکھائی دیتا ہے۔ دوسرے شعرا کی طرح بناوٹی رنگ میں نہیں۔ اگر اردو کے غزل گو شعرا کی فہرست پر نظر ڈالیں تو جس شاعر کے کلام میں ہمیں عشق حقیقی کا رنگ سب سے صاف اور گہرا دکھائی دیتا ہے وہ ہیں خواجہ میر دردؔ۔

دردؔ کے آباء واجداد ہرات (افغانستان) سے ہندوستان آئے تھے۔ دہلی میں ان کا خاندان کئی پشتوں سے آباد تھا۔ دردؔ کے والد خواجہ محمد ناصر عندلیبؔ صوفی بھی تھے اور شاعر بھی۔ نسبی رشتہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندیؒ تک پہنچتا ہے۔ دردؔ کی پیدائش دہلی میں 1720ء میں ہوئی۔ لکھنے پڑھنے کا شوق بچپن سے ہی تھا۔ پندرہ سال کی عمر میں ہی ایک کتاب 'احکام الصلوٰۃ' کے نام سے لکھی تھی۔ ان کی گیارہ کتابیں چھپ چکی ہیں۔ شاعری بھی بچپن سے ہی کرتے تھے۔ گھر کا ماحول صوفیانہ ہونے کی وجہ سے شروع سے ہی ان کی غزلوں پر تصوف کی چھاپ رہی۔ 28 برس کی عمر سے باضابطہ صوفی ہو گئے اور 39 برس کی عمر میں اپنے والد کی وفات کے بعد انکی جگہ پر سجدہ نشیں ہوئے۔ بڑے ہی صابر وشاکر اور باہمت تھے۔ احمد شاہ ابدالی کے حملے اور اس کے بعد پھیلی بدامنی میں جہاں بے شمار لوگ دہلی چھوڑ کر بھاگ گئے یہ دہلی میں ہی رہے۔ تصوف سے تعلق ہونے کی وجہ سے کسی امیر، وزیر، نواب یا بادشاہ کے دربار میں نہ گئے۔ اس لیے غربت میں زندگی بسر ہوتی تھی۔ 1785ء میں دہلی میں 66 برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ نالہ دردؔ، آہِ سرد، دردِ دل اور شمعِ محفل وغیرہ ان کی شاعری کے مجموعے ہیں۔

دردؔ کا تصوف غالبؔ کی طرح باہری چیز نہیں۔ غالبؔ کہتے ہیں:

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب　　　　تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

لیکن دردؔ کے اشعار میں تصوف اس طرح گھلا ملا ہے جیسے جسم میں روح۔ وہ کہتے ہیں:

تھا مستعار حسن سے اس کے جو نور تھا　*　خورشید میں بھی اس کا ہی ذرّہ ظہور تھا

پہنچا جو آپ کو تو میں پہنچا خدا کے تئیں　*　معلوم یہ ہوا کہ بہت میں ہی دور تھا

جگ میں آ کر ادھر ادھر دیکھا　*　تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا　*　برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا

حجاب رخِ یار تھے آپ ہی ہم　*　کھلی آنکھ جب کوئی پردا نہ دیکھا

RAUZAN : : e- LIBRARY, KARIM CITY COLLEGE

بقول ڈاکٹر سلیم اختر:

''تصوف فلسفہ کی صورت میں خاصہ مشکل اور اشغال واحوال اور مقامات کے بیان میں خاصہ پراسرار ہے۔لیکن یہ دردؔ کا اعجاز ہے کہ انہوں نے کم ازکم اصطلاحات استعمال کیے بغیر بڑی سے بڑی حقیقت اور مبہم تر کیفیت کی ترجمانی کا حق ادا کردیا۔''

(اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ ۱۰۹)

یہ ایک سچائی ہے کہ سیدھے سادے الفاظ میں صفائی کے ساتھ دردؔ نے عشق مجازی کی جگہ عشق حقیقی کو اردو شاعری کا حصہ بنا دیا۔ چند اشعار سے اس کی مزید وضاحت ہو جائے گی:

ارض وسما کہاں تری وسعت کو پاسکے　　میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے
وحدت میں تیری حرف دوئی کا نہ آسکے　　آئینہ کیا مجال تجھے منھ دکھا سکے
یارب یہ کیا طلسم ہے، ادراک وفہم یاں　　دوڑے ہزار آپ سے باہر نہ جاسکے

دردؔ کا لہجہ وہی ہے جو صدیوں سے صوفیوں کا رہا ہے۔ چونکہ دردؔ خود صوفی تھے اس لیے یہ رنگ ان کے کلام میں اجنبی نہیں لگے ۔اس میں تصوف کا فلسفہ اور زبان کی چاشنی دونوں بخوبی موجود ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ سنی سنائی بات نہیں آپ بیتی لگتی ہے۔ دردؔ عام طور پر نصیحت نہیں کرتے۔ وہ اپنا حال ہی کچھ اس دردمندی سے بیان کرتے ہیں کہ پڑھنے اور سننے والے کو اس میں اپنا چہرہ دکھائی دینے لگتا ہے۔

مثال کے طور پر:

تہمتیں چند اپنے ذمّے دھر چلے　　جس لیے آئے تھے ہم کیا کر چلے
زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے　　ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے
شمع کی مانند ہم اس بزم سے　　چشم نم آئے تھے دامن تر چلے

پروفیسر کلیم الدین احمد جیسے سخت گیر نقاد بھی ان اشعار کے بارے میں کہتے ہیں:

''کس قدر سہل، نرم و ملائم، صاف الفاظ میں اپنے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ اظہار جذبات میں کوئی دقت نہیں ۔ ہر لفظ اپنی مخصوص جگہ پر کس موزوں طور سے قائم ہے۔ اور ہر لفظ اس قدر شفاف ہے کہ صاف کوائف کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ الفاظ کو اگر الگ الگ کر کے دیکھئے تو ان میں کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔ لیکن اس غزل میں دوسرے لفظوں کی مطابقت وموزونی کی وجہ سے ایک عجیب کیفیت پیدا ہوگئی ہے۔'' (اردو شاعری پر ایک نظر ۱۵۱)

بلاشبہ دردؔ اردو شاعری کی تاریخ میں اپنی طرز کے اکیلے شاعر ہیں۔

****